ĪQĀN (10) Vol.: 05, Issue: 02, Jun-2023

eISSN: 2617-3336
pISSN: 2617-3700

جاوید نامہ میں اقبال کی شاعری کا اساطیری پہلو

(مذہبی اور ایرانی اساطیر)

MYTHOLOGICAL ASPECT OF IQBAL'S POETRY IN JAVED NAMA: (RELIGIOUS AND IRANIAN MYTHOLOGY)

Dr. Shahida Yousaf*[1]
Muhammad Farooq Baig[2]
[1]*Associate Professor, Riphah International University, Faisalabad*
[2]*Lecturer, Dept. of Urdu, Riphah International University, Faisalabad*
**Correspondence:* tariqgmabad@gmail.com

ABSTRACT

Allama Iqbal has employed a mythical mode in Javed Nama. Religious legends and stories mostly form the basis of these myths. Multiple references to historical truths and socio-cultural legends have been mythologized.
This article explores the poetic landscape of Javed Nama. Which is brimming with spiritual and historical characters. Images of paradise, hell, and worlds beyond this world are portrayed. Allama Iqbal has guided Muslim Ummah towards spiritual enrichment. He has tried to evoke the aspirations of the Muslim community through the mythical and magical landscape of Javed Nama.

Received:
28-May-23
Accepted:
10-Aug-23
Online:
12-Aug-23

KEYWORDS
Mythology, Iqbal, Javed Nama, Religious, Iranian Mythology

”جاوید نامہ“ علامہ اقبال کے پر اسرار شعری تخیل اور ہمہ گیر تہذیبی شعور کا تحیر کدہ ہے، جہاں قرن ہا قرن پر پھیلی ہوئی انسانی تاریخ کا سحر داستانوی اور اساطیری درس آموزی کے در وا کرتا ہے۔ جہاں علامہ اقبال نے ماضی کے دھندلکوں اور مستقبل کے خوابوں سے حسن و جمال کی اقدار، حکمت و دانائی کی روشنیاں، فکر و فلسفہ کی تہہ داری کے نقوش جاوید نامہ کے کینوس پر ثبت کر دیئے ہیں۔

"جاوید نامہ" کی تخلیقی صورت گری میں علامہ اقبال نے ایک نئے جمالیاتی طرز احساس کی بناڈالی ہے۔ جاوید نامہ میں اقبال کا تہذیبی شعور ایک تہہ دار جمالیات اور عرفان و نروان کے نئے منطقوں کا سراغ دیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہاں زندگی لذتِ غیب و حضور سے دور و نزیک کے جہانوں کی نقش بندی کرتی ہے، جہاں حیرت خانہ ایام کے رنگ بکھرے ہوئے محسوس ہوتے ہیں اور مہ و اختر کی خرام آموزی سے فضا میں سینکڑوں چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔ سورج سمیں طنابوں سے زربفت کے خیمے ایستادہ کرتا ہے۔

علامہ اقبال کا شعری تخیل علائم کے انتخاب اور تراکیب کی تشکیل میں ایک دیو مالائی اور طلسماتی فضا کی تشکیل کرتا ہے۔ "تمہیدِ آسمانی" (۱) میں عالمِ نوزادہ، دشت و صحرا، کوہِ الوند، دودِ پیچاں، رباطِ کہنہ لوحِ جاں، نقشِ امید، پر اسرار اساطیری فضا کو تخلیق کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ تمہیدِ آسمانی، نغمہ ملائک، تمہیدِ زمینی کے پر اسرار مکالمات، زمین و آسمان کی رزم و بزم کے نقشے، تلاش و تفتیش، مبالغہ آرائی تصویر بندی، تصورات سازی، جاوید نامہ کے اساطیری خصائص کو نمایاں کرتے ہیں۔ علامہ اقبال کا اسطور ساز ذہن اپنے مذہبی عقاید اور نجی بصیرت کی روشنی میں زمین و آسمان، موت و حیات کے دقیق حقائق کی معنویت کے علامتی ابلاغ میں مصروف نظر آتا ہے:

> "بالکل اسی طرح جیسے "الف لیلیٰ کے جنوں، جادوگروں اندھیرے غاروں، سمندری طوفانوں اور جوُن بدلے ہوئے کرداروں کے معنی کچھ اور ہی نظر آتے ہیں۔ (۲)

علامہ اقبال "جاوید نامہ" کے فکری اور تخیلی فریم میں مذہبی عقاید کی روشنی میں اور فکر و احساس کے دریچوں سے زمین و آسمان کے سربستہ اور مخفی حقائق کو جاننا چاہتے ہیں۔ وہ ایک مہم جو کی طرح دشت و صحرا، بحر و بر، بلند و بالا عمارات باغات اور زمان و مکان کے ہفت خواں پار کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ایک مہم جو اور خطر پسند شہزادے کی طرح زمین کے ہنگاموں سے دُور، سراپردہ عالم کے سربستہ بھیدوں کی خبر لانے پر کمربستہ ہیں۔ علامہ اقبال "جاوید نامہ" میں چھ افلاک کے مہم جویانہ سفر میں معرفت و اسرار اور فہم و ادراک کے ان گنت طلسمات کے در کھولتے ہیں۔ ان کے اس فکری سفر میں صدہا سال کے تہذیبی شعور اور مذہبی و سماجی حقائق، تاریخی شخصیات، حُور و فرشتہ، یزداں و اہرمن، جیسے کرداروں کو اسطور و قصص کی تخلیقی اور پر اسرار تکنیک کے ذریعے پیش کیا ہے۔

علامہ اقبال تاریخ کے دھاروں اور زمانے کی گردشوں میں مخفی حقائق کے تہہ در تہہ اسرار کو زمین کے حصار سے باہر نکل کر دیکھنے کے آرزومند ہیں۔ جہل و لاعلمی کے تاریک گُرّوں میں مولانا روم کے فکر و نظر کی روشنی وجود کے مخفی بھید اور حرف و صورت کی گرہیں اقبال پر کھولتی ہے۔ رومی کا سوزِ علم علامہ اقبال کو موجود اور ناموجود کی رمز سے آگاہ کرتا ہے۔ بالکل اُسی طرح جس طرح اساطیری قصص و حکایت یاد

استانوں کے کسی گمشدہ کردار کو کوئی راستہ دکھانے ولی برگزیدہ شخصیت مل جاتی ہے یا کوئی خضر صفات ہستی اشیا و مظاہر اور فکار و مسائل کے مخفی پہلوؤں سے حجابات اٹھاتی ہے، جاوید نامہ کے اس مرحلے پر "روز الست" کی آراستہ انجمن کے نقش ابھرتے ہیں۔

علامہ اقبال باطن کی مسافتوں اور تکمیلِ حیات کی مہمات کو سر کرنے کے لئے مولانا روم کی روشنی جاں اور نورِ ادراک کے سوز کے مشتاق ہیں۔ وہ افلاک کا طلسم توڑنے والی قوت کا بھید جاننا چاہتا ہیں۔ کہ ایک مردِ حق کی آفرینش اور ایک جان بیدار سے دنیا کا قدیم بتکدہ کیسے لرزہ بر اندام ہونے لگتا ہے۔ عقل و عشق اور زمان و مکان کے سب مراحل و مدارج کلہ نمرود اور لشکرِ فرعون کی بے بضاعتی کی رمز، مٹی کے ظلمت کدے سے دانے کے نشو و ارتقا کی رمز کی حکیمانہ توجیہات، جذب و شوق، تحت و فوق، دیر کہن، عالم شش جہات اور سپہرِ گرد گرد، علامہ اقبال کی فکری مہم جوئی کے طلسم آگیں محیر العقول اور پر اسرار مقامات ہیں۔

فلکِ قمر، فلکِ عطادر، فلکِ زہرہ، فلکِ مریخ، فلکِ زحل، اساطیری اور داستانی مقامات و منازل کے تحیر انگیز نقوش کے حامل معلوم ہوتے ہیں۔ چھ افلاک کے اس مہماتی سفر کے مدراج میں ان گنت دنیائیں آباد ہیں۔ چاند کے غاروں میں ایک ہندی رشی وشوامتر کی موجودگی اور اساطیر اور داستانوں کی برگزیدہ ہستیوں کی طرح دشوامتر، جو جہاں دوست کے نام سے ملقب ہے، علامہ اقبال کے علم و دانش کا امتحان لینے کے لئے پانچ فلسفیانہ سوالات کرتا ہے اور نو فلسفیانہ زمزیں بتاتا ہے۔ نو نکات سننے کے بعد رومی و اقبال چاند کے غار سے باہر آتے ہیں اور جلوہ سروش نمودار ہوتا ہے اور نغمہ سروش کی تحیر انگیز صداؤں کی گونج اور نغمے میں پوشیدہ حکمت و دانائی کی لہریں اور طلسم انگیز ارتعاشات، رومی و اقبال پر معرفت و اسرار کی سربستہ و مقفل دنیاؤں کے در کھولتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اقبال اور رومی وادی یر غمید کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ انہوں نے وادی یر غمید کو وادی طواسین کا نام دیا ہے، جہاں رومی اقبال کو طاسین گوتم، طاسین زرتشت، طاسین مسیح اور طاسین محمد ﷺ کی حکمت و اسرار سے آگاہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ 'جاوید نامہ' میں علامہ اقبال کی اساطیری تکنیک اور قصص و حکایات کے حربے سے عہدِ حاضر کے الم انگیز مسائل کے لئے عہدِ قدیم کی دانش و بصیرت کے فیوض سے بہرہ یاب ہونے کی سعی ادب و فلسفے کی ہی نہیں بلکہ مذہبی کتب کی روایات یاد دلاتی ہے:

> "سورۂ کہف کا تعلق مکی زندگی کے تیسرے دور کے ساتھ ہے، جب اہلِ مکہ کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا اور مسلمانوں کے معاشرتی مقاطعے کے بارے میں سوچ بچار کی جاری رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اصحابِ کہف کے واقعے سے ہمت دلائی کیونکہ اس سورۃ میں پہلے دور کے اہلِ ایمان پر کئے جانے والے مظالم کا ذکر ہے۔۔۔۔ کتبِ حدیث میں ہے کہ اہلِ مکہ نے اہلِ کتاب سے مشورہ کیا اور نبی اکرم ﷺ

> کے لئے تین سوالات بطور امتحان چنے گئے، جن کا تعلق سرزمینِ حجاز سے نہ تھا۔ دوسرا سوال خضرؑ سے متعلق تھا۔ تیسرا سوال ذوالقرنین کے بارے میں تھا۔۔۔۔۔ تاکہ معلوم ہوسکے کہ آپ کا ذریعہ علم حقیقتاً وحی ہے یا نہیں"۔(۳)

'جاوید نامہ' میں علامہ اقبال سے عارف ہندی کا پانچ فلسفیانہ سوالات کرنا اور پھر علامہ اقبال کو نوسخن ہائے معرفت بتانا، مذہبی کتب میں قصص وحکایات اور اساطیر وروایات سے کام لینے کے حربے کی یاد دلاتا ہے۔ جس طرح "سورۃ النمل میں فرعون، قومِ ثمود، قومِ لوط، سلیمان علیہ السلام اور ہدہد کا قصہ اور ملکہ سبا کا تذکرہ ہے، اسی طرح سورۃ القصص میں اہلِ مکہ کے چند شبہات واعتراضات کا ازالہ کیا گیا ہے اور بطورِ تمثیل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کے موجودہ دور کی مماثلث اور دیگر اعتراضات کا از خود جواب ہو جاتا ہے، مثلاً آغاز میں موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے قصے کا ذکر کیا اور آپؑ کی تربیت کے دور کی جانب اشارہ کرکے یہ فرمایا کہ قادر مطلق کے ہاں جب کسی بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو حالات لاکھ ناموافق اور نامساعد ہوں، وہ کام ہو کر رہتا ہے۔ مثلاً اس دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ رب العزت نے خاص حفاظت فرمائی اور وہ زندہ بچ گئے۔ جب بنی اسرائیل کے ہر مذکر نومولود کو ولادت کے فوراً بعد قتل کر دیا جاتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش اس دشمن کے گھر میں کرانا جو موسیٰؑ کی ولادت سے قبل ہی موسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے لرزاں وترساں تھا، جیسے یہ سب کچھ ہو کر رہا۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی کامیابی کا فیصلہ اللہ کے ہاں اٹل تھا، اس وقت کے نامساعد حالات اس میں رکاوٹ نہ بن سکے"۔(۴)

اسی طرح سورۃ یوسف میں برادرانِ یوسف کی چالوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود بالآخر حضرت یوسفؑ کی عظمت کا نقش سب کے دل پر بیٹھ گیا۔ اس عظیم الشان سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کو تسلی دی کہ اللہ کی رحمت سے قریش پر بھی آپ ﷺ کی عظمت کا نقش بیٹھے گا:

> "یوں تو قرآن کریم میں سابقہ انبیا کرام کی پُرنور اور درخشاں زندگی کے بیسیوں قصے مذکور ہیں، جن کا ہر پہلو رشد وہدایت کے انوار برسا رہا ہے لیکن "احسن القصص" کے لقب سے صرف یوسف صدیق علیہ الصلوۃ السلام کی داستانِ حیات کو ہی نوازا گیا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ تکمیلِ انسانیت کی منزل رفیع کی طرف جو راستہ جاتا ہے اس کے سارے پیچ وخم، نشیب وفراز، پیش آنے والی دشواریاں، منزل سے دل برداشتہ کر دینے والے سنگین مرحلے، منزل سے غافل کر دینے والے حسین وجمیل مناظر اور دل موہ لینے والی دلچسپیوں کو اتنی وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ کسی ابہام والتباس کی گنجائش نہیں رہتی۔ پھر اس

> جاں گداز، کٹھن اور طویل راہ کو طے کرنے کے لئے مسافر کو جس صبر، عزم، توکل، تقویٰ، عالی حوصلگی اور سیر چشمی کی ضرورت ہوتی ہے اس کا ذکر بھی اتنے مؤثر اور دلنشیں پیرائے میں کیا گیا ہے کہ انسان فطرتِ سعید اور قلبِ سلیم کی نعمت سے محروم نہ ہو تو وہ اس منزل تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بیتاب ہو جاتا ہے۔ وہ طوفانوں سے کھیلتا، بپھری ہوئی لہروں سے آنکھ مچولی کرتا، ہلاکت انگیز گردابوں کا منہ چڑاتا، چٹانوں سے کبھی ٹکراتا، کبھی دامن بچاتا ہوا ساحل مراد کی طرف بڑھتا ہے"(۵)

قصص وحکایات اور اساطیری خصائص سے مافی الضمیر کے ابلاغ کی یہ کاوش اور علامہ اقبال کا 'جاوید نامہ' میں اس حربے کا جا بجا استعمال، قرآن حکیم کی حکمت ودانش کی روشنیوں کے اتباع کی ایک کوشش ہو سکتی ہے کیونکہ علامہ اقبال نے بھی عصرِ حاضر کے فکری، مذہبی، سماجی، اور سیاسی مسائل کی دشواریوں اور سنگینیوں کے حل کے لئے آسماں کے پُر پیچ مراحل طے کئے ہیں اور شش افلاک پر ارواحِ جلیلہ کی حکمت ودانائی سے فیض یاب ہونے کی کوشش کی ہے۔

"جاوید نامہ" میں بھی ایک مہم جو انسان کو منزل سے غافل کر دینے والے حسین وجمیل مناظر اور گم کردہ راہ بنا دینے والی دلچسپیاں ہیں، مثلاً 'طاسین گوتم' میں زن رقاصہ ء عشوہ فروش 'طاسین زرتشت' میں اہر من کی تعلیمات اور حکیمانہ واعظ، جس میں اہر من زرتشت سے کہتا ہے:

تکیہ بر میثاقِ یزداں ابلہی است

بر مرادش راہ رفتن گمرہی است

زہرہا در بادۂ گلفام اوست

اژدہِ کرم وصلیب انعام اوست

جُز دعا ہا نوح تدبیرے نداشت

حرف آں بیچارہ تاثیرے نداشت (۶)

علامہ اقبال نے 'طاسین مسیح' میں روس کے مصلح حکیم اور ادیب طالسطائی (۱۸۲۸-۱۹۱۰) کے خواب میں اساطیری آب ورنگ اور طلسماتی وداستانوی فضا کے پر اسرار اور دلنشیں ماحول کی تخلیق میں اپنی فنکارانہ استعداد اور شعری تخیل کی ماہرانہ چابک دستی کا مظاہرہ کیا ہے۔

حکیم طالسطائی کے خواب میں ہفت مرگ کوہسار کے درمیان ایک شاخوں، پتوں اور پرندوں سے عاری وادی کا نقش ابھرتا ہے۔ ایک پیچ پیچ اور تند تیز ندی جس میں پارہ بھرا ہوا ہے اور اس خم بہ خم ندی کے کنارے ایک نسوانی پیکر حسن وجمال ابھرتا ہے جو پیرانِ کنشت کو کافری سکھاتا ہے۔ حکیم طالسطائی عالمِ خواب میں اس سے پوچھتے ہیں:

گفتمش تو کیستی نام تو چیست؟

ایں سراپا نالہ و فریاد کیست؟

گفت در چشم فسونِ سامری است

نامم افرنگین و کارم ساحری است(۷)

پارے کی ندی ناگہاں برف میں تبدیل ہو جاتی ہے اور ندی کے اندر کھڑے ہوئے ایک نوجوان کی ہڈیاں بدن کے اندر ہی ٹوٹ جاتی ہیں اور وہ اپنی تقدیر پر فریاد کرتا ہے۔ اس کے جواب میں وہ سراپا جمال اور فتنہ انگیز نازنین یوں گویا ہوتی ہے :

گفت افرنگیں اگر داری نظر

اند کے اعمالِ خود را ہم نگر

پورِ مریم آں چراغِ کائنات

نورِ اُو اندر جہات و بے جہات

آں فلاطوس، آں صلیب آں روئے زرد

زیرِ گردوں تو چہ کردی اُو چہ کرد

اے بجانت لذتِ ایماں حرام

اے پرستارِ بتانِ سیم خام

قیمتِ رُوح القدس نشاختی

تن خریدی نقد جانِ در باختی (۸)

عالمِ علوی کی سیاحت میں علامہ اقبال، مولانا روم کی حکیمانہ رہنمائی میں "فلکِ عطارد' پر جمال الدین افغانی وسعید حلیم پاشا کی ارواحِ جلیلہ سے 'مقامِ اولیا' کی تقدس مآب فضاؤں میں ملتے ہیں۔ جہاں سعید حلیم پاشا تاتاری نماز پڑھ رہے تھے اور جمال الدین افغانی امامت کا فریضہ ادا کر رہے تھے:

قرات آں پیر مردے سخت گوش

سورۂ والنجم و آں دشتِ خموش

قرات کزوے خلیل آید بوجد

روحِ پاک جبریل آید بوجد (۹)

سورۃ النجم اور دشتِ خموش ایک تحیر انگیز اور وجد آفریں فضا کی تعمیر کرتے ہیں۔

علامہ اقبال کی تخیلاتی مہمات کے اس طویل اور کٹھن سفر کی اگلی منزل "فلکِ زہرہ" ہے جس میں "مجلسِ خدایان قدیم" برپا ہے۔ علامہ اقبال نے کول تار کے تیرہ تاریک دریا میں سفر کیا تو بمشکل خدایانِ کہن کی وادی میں پہنچے:

اندریں وادی خدایانِ کہن

آں خدائے مصر و ایں رب الیمن

آن ز ارباب عرب ایں از عراق

ایں الہ الوصل وایں رب الفراق

ایں ز نسلِ مہر و داماد قمر

آں بہ زوجِ مشتری دارد نظر

آن یکے در دستِ اُو تیغ دورُو

واں دگر پیچیدہ مارے در گلُو (۱۰)

سوریہ بنسی یعنی سورج کے پرستاروں کے خدااور چندر بنسی یعنی چاند کے پجاریوں کے دیوتااور ہندو تریمورتی کا تیسرا خدا جس کے ہاتھ میں دومنہ والی تلوار ہے اور کسی دیوتا کے گلے میں سانپ لپٹا ہوا ہے۔ لیکن یہ تمام دیوتا اور خدایانِ قدیم قرآن حکیم (ذکرِ جمیل) سے لرزاں وترساں ہیں۔ ہر ایک خدا، حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی ضرب سے آزردہ ہے۔ خداوندانِ قدیم کی مجلس کا ایک اور خداوند 'بعل' ہے، 'بعل' سورج دیوتا کا قدیم ترین نام ہے یہ باطل خداؤں کا نمائندہ اور وکیل ہے جو الحادو تشکیک اور ابلیسی رویوں کے از سرنو زندہ ہونے کی بشارت دے رہاہے۔ اس مرحلے پر علامہ اقبال دریائے زہرہ میں اتر کر فرعون اور کشنر کی روحوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ رومی اقبال کو کسی قصص وحکایات کی بزرگ ہستی کی طرح بتاتے ہیں کہ اس کوہستاں کے پیچھے ایک قلزم الماس گوں ہے۔ یہ ساکن قلزم ہے جسے موج اور سیلاب کی تندی و سر کشی کا کوئی اندیشہ نہیں۔ یہاں البتہ سرکش وملحد لوگ رہتے ہیں اور مشرق ومغرب کے فرعون یہاں جاگزیں ہیں۔ پیر رومی اس بحر کی تیرہ وتار فضاؤں میں سورۃ طٰہٰ پڑھتے ہیں تو دریا کی تہہ میں ماہتاب اتر آتا ہے اور فرعون نور کی اس ندی اور نور وظہور کی حامل اس صبح سے ورطہء حیرت میں آجاتا ہے اس لئے کہ اس نور کی اصل کا سلسلہ یدبیضا سے ملتا ہے۔

فلکِ زہرہ پر علامہ اقبال نے مصر وفرعون اور کلیم کی سرگذشت کو طلسم واسرار پیدا کرنے والے علائم اور استعاروں میں بیان کیا ہے۔

پھر 'فلکِ مریخ' کا طلسم رنگ و بو اور شہر و دیار، کاخ و کُو اس کے ساکنوں کا زمان و مکاں اور علمِ فضا پر تصرف پیر رومی اور زندہ رود کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ فلکِ مریخ کا انجم شناس اساطیری اور داستانی کرداروں کی طرح ایک بزرگ ہے جس کی داڑھی برف کی طرح سفید ہے اور جس نے علم و حکمت میں ماہ و سال صرف کئے ہیں، اس کی بزرگی، اس کی سرو کی طرح بلند و بالا قامت، اس کا چمکتا ہوا چہرہ، اس کی فکر عمیق اور طوسی و خیام کی زبان میں اس کی گفتگو، اس تخیلی سفر میں زندہ رود پر خواب اور فسوں کی کیفیت طاری کر دیتے ہیں۔ یہ مریخی انجم شناس اپنی شخصیت میں اساطیری اور دیومالائی عناصر رکھتا ہے۔

فلکِ مشتری کی ارواحِ جلیلہ یعنی حلاج غالب اور قراۃ العین طاہرہ کی حیرت مآب شخصیات، خواجہ ءاہلِ فراق کی طلسماتی نمود، مکاں تالا مکاں پھیلے ہوئے اندھیروں سے ایک سرمئی قبا میں لپٹا ہوا بوڑھا، جس کا وجود دھوئیں کے پیچیدار مرغولوں میں دھنسا ہوا ہے۔ علامہ اقبال کی اس اساطیری فضابندی میں شعلوں اور تاریکیوں میں لپٹے ہوئے مناظر اسطور اور قصص کی پر اسراریت کا نقش ابھارتے ہیں۔

'فلکِ زحل' کا قلزم خونیں 'آں سوئے افلاک' میں جنت الفردوس کے سحر انگیز مناظر، چاندی جیسا پانی اور معطر ہوائیں، زمرد کے ستونوں والے محلات، یاقوت گوں خیموں کی سنہری رسیاں اور آئینوں جیسی آب و تاب رکھنے والے محبوب ایک طلسماتی فضا تعمیر کرتے ہیں۔ 'قصرِ شرف النساء' کی تحیر خیز رعنائی کے نقش ابھارنے میں اقبال نے اپنی لفظی نقاشی اور صورت گری کا جادو جگایا ہے۔

حوالہ جات

(1) محمد اقبال، جاوید نامہ، لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۶، ص ۱۴

(2) انتظار حسین، علامتوں کا زوال، لاہور، سنگ میل، پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ ص۔ ۱۴۵

(3) غلام مرتضیٰ، ملک ڈاکٹر، انوار القرآن، جلد اوّل، لاہور، ملک سنز، ۱۹۹۶، ص ۳۴۳

(4) غلام مرتضیٰ، ملک ڈاکٹر، انوار القرآن، جلد اوّل، لاہور، ملک سنز، ۱۹۹۶، ص ۴۷۷

(5) پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاالقرآن، جلد دوم، لاہور، ضیا پبلی کیشنز، ۱۴۰۲ ہجری، ص ۴۰۱

(6) محمد اقبال، جاوید نامہ، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۶، ص ۴۹

(7) محمد اقبال، جاوید نامہ، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۶، ص ۵۲

(8) کتاب مذکور، ص، ۵۲

(9) محمد اقبال، جاوید نامہ، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۶ص، ۶۱-۶۰

(10) محمد اقبال، جاوید نامہ، ص، ۹۰